Fikr-o-Nasar (Islamabad) 26:2 (1988)
© rasailojaraid.com

برصغیر میں صوفیائے کرام کی تبلیغ اسلام

ڈاکٹر محمد ریاض

برصغیر میں دین اسلام کے ورود کی کوئی تاریخ متعین کرنا مشکل ہے مگر یہ تاریخ فتح ایران کی تاریخ پر اگر مقدم نہ ہو تو اس سے زیادہ مؤخر بھی نہ ہوگی۔ ایران کو عرب مسلمانوں نے ۲۱ھ میں مسخر کیا تھا۔ مگر قرائن بتاتے ہیں کہ برصغیر کے ساحلی علاقوں کے کئی افراد نے عرب تاجروں اور مبلغوں کے ہاتھ پر اس سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا۔ فتح ایران کے بعد مسلمان مبلغ اور تاجر برصغیر میں زیادہ تعداد میں وارد ہونے لگے تھے، خصوصاً اس منطقۂ ارضی میں جسے پاکستان سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا، یہاں تک کہ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں فتح سندھ کا کام انجام پایا۔ اس حملے نے موجودہ سندھ اور پنجاب کے اکثر علاقوں میں مسلمانوں کو تمکن و اقتدار دے دیا۔ پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں سلطان محمود غزنوی (م ۴۲۱/۱۰۳۰ء) کے حملوں سے قبل بھی اس علاقے میں مختلف سیاسی وابستیاں رکھنے والے مسلمان حاکم رہے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر این میری شمل، ڈاکٹر محمد حمیداللہ کی فراہم کردہ معلومات کی بناء پر لکھتی ہیں کہ مدراس کے نزدیک محمود بندر کے مقام پر دو صحابہ کرام کے مزارات موجود ہیں۔ وہ برصغیر میں اسلام کے ورود اولیہ کے بارے میں لکھتی ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

,,خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسلمان عساکر نے سندھ اور گجرات کے بعض حصوں پر قبضہ کر لیا تھا اور بعد کے خلفاء کے عہد میں یہ تسلط برقرار رہا ۔ ۷۱۱ء کا سال وہ ہے جس میں سپین میں طارق کو جنگ پیش آئی اور شمال مشرق میں مسلمان پہلے ہی چینی علاقے میں داخل ہو چکے تھے ۔ اسی سال ۱۷ سال کے ایک نوجوان محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کے دھانے کے قریب واقع دیبل کے قلعے کو فتح کیا اور اپنی فتوحات کے سلسلے کو ملتان کی طرف بڑھاتا چلا گیا اس وقت سے سندھ اسلامی قلمرو کا جزو بنا رہا ہے ۔ ۔ ۔ لیکن برصغیر کے شمالی حصے پر اسلامی تمدن کے وسیع تر اثرات کوئی تین صدیوں کے بعد ظاہر ہوئے، سلطان محمود غزنوی، افغانستان اور ماوراء النہر کا سلطان تھا، وہ اور اس کے بعد دوسرے سلاطین درہ خیبر کے راستے پنجاب کی زرخیز اراضی میں داخل ہوتے رہے اور رفتہ رفتہ ان علاقوں پر مسلمان سلاطین کا قبضہ ہو گیا ۔ سلطان محمود کی فوجیں برصغیر ہند کے انتہائی جنوبی مقام کاٹھیاواڑ تک پہنچی تھیں ۔ وہاں محمود نے سومنات کا مشہور مندر غارت کر دیا تھا،، ۔ (۱)

محمد بن قاسم کے ورود سندھ کے سلسلے میں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ سندھ آنے پر مامور ہونے سے قبل وہ شیراز کے گورنر تھے ۔ وہ شاید براستہ خشکی منگھو پیر سے دیبل پہنچے ہوں اور ان کا بحری بیڑہ بحری راستے سے ۔ حکیم محمد سعید نے اس سلسلے میں ملک کے آثاریات اور تاریخ و جغرافیہ کے ماہرین پر مبنی ۲۴ صفحے کا ایک کتابچہ اگست ۱۹۸۷ء کے ایک گشتی مراسلے کے ساتھ منسلک کر کے مختلف اشخاص اور اداروں کو بھجوایا ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بظاہر عصر غزنوی سے قبل بھی صوفیائے کرام تبلیغ و اصلاح کی مساعی سے بہرہ مند رہے ہونگے مگر ان کی سرگرمیوں کی تفصیلات ناپید ھیں ۔ نظام تصوف کے باقاعدہ آغاز کو دوسری صدی ہجری کے ربع اول سے مربوط کیا جاتا رہا ہے ۔ لہذا یہ بات بعید از قیاس ہو گی کہ عصر غزنویہ سے قبل برصغیر میں تصوف یا صوفیا نہ پہنچے تھے ۔ چنانچہ سید اسماعیل بخارائی (م ۳۹۵ھ) کی کس قدر فعالیتیں کتب تواریخ میں منقول ملتی ھیں ۔ اسی دوران شیخ حسین زنجانی لاھور آئے تھے اور شیخ حسام الدین بھی یہیں تھے ۔

برصغیر کے بظاہر پہلے اہم و عظیم صوفی و مبلغ حضرت ابوالحسن سید علی هجویری جلابی معروف به داتا گنج بخش ھی تھے ۔ آپ بظاہر ۴۳۱ ہجری میں نواح غزنی سے لاھور تشریف لائے اور کوئی نصف صدی تک (سال وفات تقریباً ۴۶۵ھ ہے) یہیں قیام فرمایا ۔ حضرت موصوف کی تبلیغی اور اصلاحی خدمات کو علامه اقبال (م ۱۹۳۸ء) نے اسرار خودی کے درج ذیل چھ اشعار میں بے نظیر ایجاز و بلاغت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے ۔

سید هجویر، مخدوم امم — مرقد او پیر سجزی (۲) را حرم
بند ھائے کہسار آسان گسیخت — در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد — حق زحرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب — از نگاہش خانہ باطل، خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت — صبح ما از مہر او تابندہ گشت
عاشق و ہم قاصد طیار عشق — از جبینش آشکار اسرار حق

یہاں حضرت داتا گنج بخش کی خدمات کا مفصل تذکرہ کیا جا سکتا ہے نہ ان کی عظیم صوفیانہ اور عالمانہ کتاب ,,کشف المحجوب،، کا ۔ حضرت موصوف کے مرشد ابوالفضل ختلانی تھے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ نے لاهور کو اپنی مساعی جمیله کا مرکز بنایا اور اپنے ارشادات اور مواعظ حسنه کے ذریعے هزاروں غیر مسلموں کو قبولیت اسلام کے شرف سے نوازا اور متعدد بےعمل مسلمانوں کی اصلاح حالت کی ۔

حضرت داتا گنج بخش کی زندگی میں شریعت اور طریقت کا امتزاج نظر آتا ہے (۳) ۔ وہ هر روز علی الصبح قرآن مجید کا درس دیتے، دن کے ابتدائی حصے میں کسب معاش کرتے، سه پهر کو مبلغین کو دعوت اسلام کے لئے ضروری هدایات دیتے اور نماز مغرب کے بعد ایک کھلے میدان میں وعظ وتبلیغ کا فرض کفایه ادا فرماتے رهے ۔ ان کی تالیف کشف المحجوب ان کے علم و فضل اور ســوز دل کی شاهد ناطق ہے (۴) ۔ جس طرح اس کتاب میں انھوں نے کشف حجابات کیے، اپنے وعظ و ارشاد میں بھی وہ اسی طرح رفع شکوک فرماتے اور عقیدۂ توحید کو اجاگر کرتے رهے هیں ۔ حضرت ممدوح و مخدوم نے مسجد بنوائی اور ایک خانقاہ بھی تعمیر کروائی تھی ۔ مسجد، خانقاہ اور بھاٹی دروازے کے کھلے میدان کے مواعظ نے لوگوں کی کایا پلٹ کے رکھ دی تھی ۔ اسی مناسبت سے حضرت خواجه معین الدیـن چشتی سے منسوب یه شعر اسی قدر معروف ہے ۔

گنج بخش فیض عـالم، مظهر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رهنما

حضرت داتا گنج بخش کی یه خدمات معمولی نهیں که انھوں نے اپنی ذاتی کوشش سے مسجد بنوائی اور اس کی تعمیر میں خود بھی شرکت کرتے رهے ۔ انھوں نے کفار کو مسلمان اور مرتدین کو تائب کیا تھا ۔

سرزمین بنگال میں حضرت داتا گنج بخش کے معاصر صوفیاء اور مبلغین میں میر سید محمود ماهی سوار (م ۴۳۹ھ) اور شاہ محمد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رومی (م ۴۴۵ھ) کے نام بہت معروف ھیں ۔ ان حضرات اور ان کے مؤخر ھم مسلکوں کے اھم تر مقاصد یہ نظر آتے ھیں کہ :

(۱) برصغیر کے مکینوں کو دین اسلام سے روشناس کروایا جائے ۔

(۲) اسلام قبول کرنے والوں کی ظاھری اور باطنی طور پر اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ حسن الدنیا و الآخرہ کا مظہر بنیں ۔

(۳) کمزور اور مفلوک الحال لوگوں کی مدد کی جائے ۔

اس آخری مقصد کے لئے صوفیائے کرام کا ایک گروہ بادشاھوں اور صاحبان اقتدار پر بھی اثر انداز ھوتا رھا ہے ۔ اشارات آگے آئیں گے ۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ برصغیر میں دین اسلام کی جس قدر اشاعت ھوئی وہ بیشتر صوفیائے کرام کی مساعی جمیلہ سے انجام پذیر ھوئی ہے ۔ یہ امر بڑا افسوسناک ہے کہ اس سرزمین میں اشاعت اسلام کی خاطر ملوک وامراء وغیرھم نے بالعموم کچھ نہیں کیا ۔ یہ لوگ ایک غلط قسم کی رواداری کے قائل رھے ھیں حالانکہ تبلیغ دین اور ہے اور جبرواکراہ اور ۔ ربّ تعالی نے تبلیغ دین کو فرض کفایہ قرار دیا ہے (۵) اور مسلمانوں کے ایک گروہ کو بہرحال اس کام میں مصروف رھنا چاھیئے ۔ مبلغین کا کام ابلاغ دین ہے اور جبرواکراہ سے کسی کو مسلمان بنانا ایک اور بات ہے (٦) ۔ برصغیر کے مسلمان ملوک و امراء نے عموماً ابلاغ دین نہ کرنے کو بھی رواداری جانا ہے ۔ مگر یہ صوفیائے کرام تھے جنھوں نے ابلاغ دین کا فریضہ انجام دیا ۔ نیز وہ رواداری اور وسعت ظرف کے نمونے بھی فراھم کرتے رھے ھیں ۔ صوفیائے کرام کا رابطہ عوام النّاس سے رھا ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برصغیر میں وارد ہونے والے صوفیاء کی اکثریت فارسی زبان بولتی تھی ۔ مگر انھوں نے بظاہر یہاں کی مقامی زبانوں پر بھی کسی قدر عبور حاصل کیا ہوگا تاکہ لوگ ان کے بیانات سے مستفید ہوں۔ ان کی مساعی کے نتیجے میں برصغیر میں فارسی اور عربی زبانوں کا رواج ھی نہیں بڑھا بلکہ اردو (۷) اور دیگر علاقائی زبانوں کی نشوونما بھی ہوئی اور ان سب زبانوں میں عربی اور خصوصاً فارسی کلمات کی حسین آمیزش ہوئی ہے۔

ان جملہ ھائے معترضہ کے بعد اب چند دیگر ایسے صوفیاء کا ذکر کریں جو ,,صوفی گر،، کہے جا سکتے ھیں ۔

ان میں شیخ سخی سرور (م ۵۷۷ھ) خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی (م ۶۳۲ھ) شیخ بہاؤ الدین زکریاملتانی (م ۶۶۶ھ) ، خواجہ فرید الدین گنج شکر (م ۶۶۴ھ) خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (م ۶۳۳ھ) شیخ صدر الدین عارف ملتانی (م ۶۸۶ھ) حضرت علاؤالدین صابر کلیری (م ۶۹۰ھ) اور شیخ جلال الدین بخارائی سہروردی (م ۶۹۰ھ) چھٹی اور ساتویں صدی ھجری کے بزرگ صوفیاء میں سے ھیں ۔

حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی کا نام نامی برصغیر میں معروف ہے۔ آپ خراسان کے منطقہ سیستان کے رہنے والے تھے ۔ اس مقام کو سجستان وغیرہ بھی کہتے ھیں ۔ اسی لیے آپ کو پیر سجزی کہا جاتا ہے۔ پیر سجزی کے مرشد خواجہ عثمان هرونی تھے۔ مگر انھوں نے کئی دیگر بزرگوں سے بھی استفادہ کیا تھا ۔

خواجہ غریب نواز نے عالم اسلام اور برصغیر کے مختلف علاقوں میں کئی بار گذر فرمایا مگر ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اجمیر میں بسر ہوا ہے۔ آپ کے ورود ھند کی مختلف تاریخیں بیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی گئی ھیں (۵۵۸ھ، ۵۶۱ھ اور ۵۸۰ھ وغیرہ) لاھور میں وہ حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر چلہ کش رہے ۔ مشہور مستشرق ڈاکٹر آرنلڈ نے تبلیغ اسلام نام کی اپنی انگریزی تالیف میں لکھا ہے کہ حضرت موصوف نے دھلی سے اجمیر تک کے سفر اول تک جو تبلیغ فرمائی، اس کے زیر اثر کوئی آٹھ سو افراد مسلمان ہو گئے تھے ۔ اس سے حضرت مخدوم کے بیان کی تاثیر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے برصغیر کی عمومی زبان (جسے اردوئے قدیم کہہ سکتے ھیں) سیکھی اور اس کے نتیجے میں ابلاغ اسلام کا کام آسانی سے عمل پذیر ہونے لگا تھا ۔ حضرت ممدوح نے اپنے مواعظ و ارشادات کے ذریعے ہزارھا افراد کو دین اسلام سے مشرف فرمایا اور مخالف اسلامی قوتوں کا مردانہ وار ابطال کیا تھا (۸) ۔

شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی، لوگوں کی بہبودی کے کام میں بےحد دلچسپی رکھتے تھے ۔ اور اس خاطر امراء و ملوک کے ساتھ روابط رکھنے سے کبھی محترز نہ رہتے تھے موصوف کے داماد اور مرید شیخ فخرالدین عراقی (م ۶۸۸ھ) فارسی کے صاحب سوز و ساز شاعر تھے شیخ اور ان کے صاحبزادے صدر الدین عارف کے ارادت مند ایک بزرگ امیر حسینی ہروی (م ۷۱۸ھ) تھے ۔ جنھوں نے شیخ سعدالدین محمود شبستری تبریزی (م ۷۲۰ھ) کو حقائق تصوف کے بارے میں ۱۷ سوالات لکھ بھیجے اور ,,گلشن راز،، ایسی کتاب کی تخلیق کا موجب بنے ۔ خلاصۃ العارفین نام کی فارسی کتاب (۹) شیخ زکریا کے ملفوظات پر مشتمل ہے ۔ اور اس کتاب سے معلوم ھوتا ہے کہ موصوف کس قدر وسیع القلب، خلیق و متواضع اور روشن دل تھے ۔ ,,کتاب الاوراد،، نام کی ایک کتاب بھی شیخ موصوف کے ساتھ منسوب رہی ہے ۔ اور حال ھی میں شائع ھوئی ہے (۱۰) ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت زکریا کی بےباکی کے کئی واقعات معروف ھیں ـ مثلاً انھوں نے ملتان اور آچ کے حاکم، ناصر الدین قباچہ (م ۶۲۵ھ) کے فسق و فجور کا فتنہ ختم کرنے کے لیے سلطان شمس الدین التمش (۶۰۷ھ ـ ۶۳۴ھ) کو دعوت مبارزت دی ـ یہ خط اتفاق سے التمش کے بجائے قباچہ کو پہنچا ـ اس پر شیخ کے علاوہ قاضی ملتان شرف الدین اصفہانی کے دستخط بھی تھے ـ سلطان قباچہ نے قاضی مذکور کو قتل کروا دیا مگر شیخ زکریا کی جلالت شان کے پیش نظر ان سے تعرض نہ کر سکا ـ شیخ ممدوح کی یہ بےباکی (۱۱) دنیا کے عجیب واقعات میں سے ہے کہ انھوں نے سلطان قباچہ کے سامنے اپنے دستخطوں کی تائید کی اور سلطان کو اس کی بداعمالیوں پر برملا متنبہ کیا ـ

ابنائے نوع سے ان کی توجہ کا مظہر ایک دوسرا واقعہ قابل ذکر ہے ـ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے منگول حملہ آوروں کو ایک کثیر رقم اپنے کیسہ خاص سے دے کر انھیں ملتان پر حملہ کرنے سے باز رکھا تھا (۱۲)ـ

شیخ زکریا فقر اختیاری کے حامل تھے ـ ان کی زندگی مرفہ الحال تھی ـ وہ کسب و کار میں مشغول رہتے اور اپنے مال و دولت کو فیاضانہ مخلوق خدا کی رفع احتیاجات کے لئے خرچ کرتے رہے ھیں ـ شیخ زکریا کی تبلیغ کے نتیجے میں اشاعت اسلام کا کام کافی آگے بڑھا اور مسلمانوں کی اصلاح احوال بھی ھوئی ـ

برصغیر میں صوفیائے کرام کی تبلیغی اور اصلاحی خدمات کے لحاظ سے ساتویں اور آٹھویں صدی ھجری کے زمانے بےحد اھم نظر آتے ھیں ـ مؤخر الذکر صدی کے بزرگ صوفیا میں خواجہ نظام الدین اولیاء دھلوی (م ۷۲۵ھ)، شیخ اخی سراج (م ۷۵۸ھ)، شیخ شرف الدین احمد یحیی منیری بہاری (م ۷۸۲ھ) مخدوم جہانیاں جہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گشت، سید جلال الدین اچی (م تقریباً ۸۵کھ) شیخ علاء الحق ڈھاکوی(۱۳) بنگالی (م ۸٦کھ)، میر سید علی همدانی، شاہ همدان (م ۸٦کھ) شیخ نور قطب عالم (م تقریباً ۸۱۸ھ) میر سید محمد گیسو دراز (م ۸۲۵ھ) اور میر سید اشرف جہانگیر سمنانی (م تقریباً ۸۲۹ھ) کے اسمائے گرامی، ردیف اول میں لکھنے کے قابل هیں ۔ ان حضرات نے برصغیر کے هر خطے میں اشاعت اسلام کے کام کو سرعت اور وسعت بخشی، تہذیب اسلامی کو متشکل کیا اور مفلوک الحال لوگوں کی حالت بہتر بننے میں بغایت مدد دی ۔ ان کی سادہ زندگیوں اور دلپذیر تعلیمات نے لاکھوں غیر مسلموں کو دین اسلام کے خلعت سے مشرف کیا اور لاکھوں متزلزل ایمان والوں کو نعمت یقین و ایقان سے بہرہ مند فرمایا تھا ۔ صوفیائے کرام کی اکثریت نے عربی اور فارسی میں کتب و رسائل بھی لکھے ۔ بعض حضرات شاعر بھی تھے

ساتویں اور آٹھویں صدی هجری کے جن چند صوفیائے کرام کے اوپر نام گنوائے گئے هیں، ان میں شیخ شرف الدین منیری، مخدوم جہانیاں جہانگشت، شاہ همدان سید علی همدانی، سید گیسو دراز اور سید اشرف جہانگیر سمنانی خصوصاً بڑے مصنفین کی صف اول میں بھی شامل هیں ۔ ان حضرات کی اکثریت نے حکام وامراء کے قلوب کو بھی مسخر کئے رکھا اور اپنے نفس گرم کی تاثیر سے مسیحائی کرتے رهے ۔ جن صوفیاء کرام نے حکام اور امراء سے اجتناب رکھا، جیسے خواجہ نظام الدین اولیاء اور ان کے بعض مریدین، ان کی اس روش کے بھی سلبی اور ایجابی دونوں قسموں کے اثرات سلاطین پر مرتب هوتے رهے هیں ۔ مختصر یہ کہ بعض صوفیاء کی جلالت شان سے سلاطین وامراء لرزہ براندام رهے ۔ اور بعض کی سیر چشمی اور بے نیازی سے، فرق طریق کار کا تھا، بعض نے خلوت یا جلوت کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقدم جانا اور بعض نے دونوں کو اپنایا ۔ مگر برصغیر کے صوفیا بالعموم شریعت و طریقت، جلوت وخلوت اور صلح و جہاد کا امتزاج بنے رہے ہیں ۔

تکیه برحجت و اعجاز بیان نیز کنند
کار حق گاه بشمشیر وسنان نیز کنند
گاه باشد که ته خرقه زره می پوشند
عاشقان بنده حال اند، وچنان نیز کنند
عشق مانند متاعی است ببا راز حیات
گاه ارزان بفروشند، وگراں نیز کنند
(اقبال : زبور عجم حصه دوم)

سید جلال الدین اچی یعنی مخدوم جہانیان جہانگشت، میر سید علی ہمدانی شاہ ہمدان اور میر سید اشرف جہانگیر سمنانی عصر ہی نہیں، ہم کار اور ہم گام بھی ہیں ۔ ان تینوں حضرات نے از کشمیر تا جنوب ہند اشاعت اسلام اور بہبودی عوام کی خاطر غیر معمولی خدمات انجام دیں ۔ یہ تینوں حضرات بہت بڑے سیاح بھی رہے ہیں ۔

سید جلال الدین اچی اپنے لقب ,,مخدوم جہانیاں جہانگشت،، کی بنا پر سیاح کے طور پر معروف تر ہیں ۔ مگر دیگر دونوں حضرات نے بھی عالم اسلام کے اکثر نقاط میں گزر فرمایا تھا ۔ حضرت مخدوم کے ان دونوں حضرات اور جملہ معاصر صوفیا، جیسے شیخ شرف الدین منیری اور خواجہ گیسو دراز کے ساتھ روابط حسنہ استوار رہے ہیں ۔ حضرت موصوف کی زندگی کے یہ پہلو قابل ذکر ہیں که انھوں نے خدمت دین کی خاطر سلطان محمد تغلق کے عہد (۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ) میں کچھ عرصه ,,شیخ الاسلام،، کا عہدہ سنبھالا تھا ۔ ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی بے نیازی اور خدمت شعاری کا سلطان فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ھ تا ۷۹۰ھ) بے حد معتقد تھا ۔ اس سلطان کی عدل پسندی اور نیک سرشتی حضرت مخدوم کی مرہون منت بتائی جاتی ہے (۱۴) ۔

حضرت مخدوم کی سیر و سیاحت تبلیغ و اشاعت دین سے مربوط رھی اور اس میں تفریح کے پہلو کا کوئی شائبہ نہ تھا ۔ یہی حال شاہ ھمدان اور اشرف جہانگیر کی سیروسیاحت کا تھا ۔ یہ دونوں بزرگ بعض سیر و گردش میں ایک دوسرے کے ساتھ رھے ھیں (۱۵) ۔ اس ضمن میں اشرف جہانگیر کے دوجلدی مجموعہ ملفوظات موسوم بہ لطائف اشرفی دربیان طوائف صوفی کا مطالعہ سود مند رھے گا ۔

حضرت شاہ ھمدان، وادی جموں و کشمیر اور نواحی علاقوں کے عظیم مبلغ اور مصلح تھے علامہ اقبال نے اپنے بعض بیانات، خطوط اور اشعار میں بجا طور پر انھیں خراج تحسین پیش کیا (۱۶) ۔ اور ان کی فارسی تالیف ذخیرۃ الملوک میں مندرج ان کی تعلیمات کو سراھا ہے ۔ جاوید نامہ (آن سوئے افلاک) میں ہے ۔

سید السادات، سالار عجم　　دست او معمار تقدیر امم
مرشد آن خطہ مینو نظیر　　میرو درویش وسلاطین را مشیر
خطہ را آن شاہ دریا آستین　　داد علم وصنعت وتہذیب و دین
آفرید آن مرد ایران صغیر　　با ھنر ھای غریب و دل پذیر

شاہ ھمدان نے ھمدان سے تاجکستان ھجرت کی اور وھاں تلقین و ارشاد کا فریضہ انجام دیا ۔ ۷۴۱ھ میں وہ سید اشرف جہانگیر سمنانی کی معیت میں کشمیر سے گزرے تھے ، اسی لیے اس خطے کی تبلیغی ضروریات کا احساس رکھتے تھے ۔ ۷۷۴ھ میں امیر تیمور لنگ (۷۷۱ھ ۔ ۸۰۷ھ) نے انھیں تاجکستان سے جلاوطن کر دیا ۔ اور وہ ھم خاندان اور ھم خیال افراد کی ایک خاصی تعداد کے ساتھ کشمیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آگئے ۔ اس سے قبل ان کے دو عزیز اور مرید میر سید حسین اور میر سید تاج الدین یہاں مصروف تبلیغ تھے ۔ اور انکے توسط سے بادشاہ اور امرائے کشمیر حضرت شاہ ھمدان کے علو مقام سے آگاہ تھے ۔ شاہ ھمدان کے معاصر دونوں شاہ میری سلاطین، شہاب الدین (۷۵۵ ۔ ۷۷۵ھ) اور قطب الدین (۷۷۵ ۔ ۷۹۶ھ) ان کے مرید اور ارادت مند تھے ۔ شاہ ھمدان کی کوشش سے شاہ میری اور تغلق سلاطین دھلی کے درمیان جنگوں کا طویل سلسلہ ختم ھوا ۔ اور وہ بعض رشتہ داریوں میں منسلک ہو گئے ۔

شاہ ھمدان وادی جموں و کشمیر کے دوسرے اھم تر مبلغ دین تھے ان کے پیش رو سید شرف الدین عبدالرحمن بلال شاہ ترکستانی (م ۷۲۷ھ) تھے ۔ جنھیں عرف عام میں ,,بلبل شاہ،، کہا جاتا ہے (۱۷) ۔ ان کی مساعی جمیلہ سے آٹھویں صدی ھجری کے اوائل میں دس ھزار نفوس مشرف بہ اسلام ھوئے اور بدھ مذھب کے پیرو پادشاہ کشمیر رنچن نے بھی مسلمان ھو کر ,,صدر الدین،، کا لقب اپنایا تھا ۔ شاہ ھمدان کے ھاتھ پر مسلمان ھونے والوں کی تعداد کو تاریخ اور تذکرہ کی معتبر کتابوں میں ۳۷ ھزار بتایا گیا ہے ۔ اسلام کو بزور شمشیر پھیلائے جانے کی باتیں کرنے والوں کے لئے یہ امر لمحہ فکریہ فراھم کر سکتا ہے کہ وھاں نصف لاکھ افراد نے دو درویشوں کے ھاتھ پر دین اسلام کو لبیک کہا تھا (۱۸) ۔

شاہ ھمدان لداخ، تبت، بلتستان اور شاید گلگت ایسے دشوار گزار اور دور افتادہ علاقوں کے پہلے مبلغ اسلام تھے ۔ اور ان علاقوں میں ان کی بعض مقدس یادگاریں اب بھی قائم ھیں جیسا کہ علامہ اقبال کے منقولہ بالا اشعار کے اشارے بھی مظھر ھیں، شاہ ھمدان نے کشمیر میں اشاعت اسلام، اشاعت علم و دانش، صنعت و حرفت اور دیگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رفاھی کاموں کے سلسلے میں حیرت انگیز طور پر اھم خدمات انجام دی ھیں ۔ تصوف حقیقی کی یہ قوت قابل ملاحظہ ہے کہ ایک مرد درویش نے وادی میں مدارس و مکاتب ھی قائم نہ کروائے، شال بافی کی صنعت کی سر پرستی بھی فرمائی ہے (۱۸) ۔ وہ ھمدان، تاجکستان، مرکزی ایشیا اور کشمیر میں ایک تمدنی انقلاب کا سبب بنے ھیں ۔

شاہ ھمدان کے ھمسفر اور ھم مسلک بزرگ سید اشرف جہانگیر سمنانی کی خدمات بھی اسی قبیل کی ھیں ۔ ان کی مساعی کی جولان گاہ البتہ ھند جنوبی رھا ہے ۔ ان دونوں بزرگوں کے مکتوبات اور رسالے ان کی بےباکی اور عظمت شان کے مظہر ھیں ۔ ان دونوں کے بیشتر مکتوب ملوک و امراء کے نام مرقوم ھیں ۔ شاہ ھمدان کے ۳۲ خطوط کو میں نے ۱۹۸۵ء میں شائع کروایا تھا (مطبوعات اقبال اکادمی)

اشرف جہانگیر نے بظاھر ۱۰۰ برس سے اوپر عمر پائی اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ برصغیر میں گزارا ہے ۔ وہ مدتوں بنگال اور جونپور میں مقیم رھے ۔ اور بعد میں کچھوچھا (گجرات) منتقل ھو گئے ۔ جونپور شرقی اور مالوہ کے حکمران ان کے ارادتمند تھے ۔ وہ ان سلاطین کو رواداری کے ساتھ ساتھ تحفظ دیں کا درس دیتے رھے ھیں ۔

سید اشرف جہانگیر اس بات کے قائل تھے کہ امراء وسلاطین سے بات کرنا مستحسن ہے ۔ کیونکہ اس طرح انھیں کلمہ حق کہا جا سکتا ہے اور لوگوں کی بہبودی کے کام انجام دینے پر انھیں متوجہ بھی کیا جا سکتا ہے ۔ ,,لطائف اشرفی،، کے لطیفہ میں مرقوم ہے کہ بادشاہ حاکم عادل ھو یا غیر عادل، اس سے ملاقات کے موقع کو غنیمت جاننا چاھیے ۔ عادل سے ملاقات نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ھو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکتی۔ اور غیر عادل یا فاسق کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

سید اشرف جہانگیر، اپنی ملاقاتوں نیز مکتوبات کے ذریعے سلاطین کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر برابر توجہ دلاتے رہے ہیں۔ انھوں نے اور بنگال کے عظیم صوفی شیخ نور قطب عالم نے ۸۱۷ھ میں سلطان جونپور ابراھیم (۸۵۳ ۔ ۸۴۴ھ) کو دعوت دی تھی کہ وہ بنگال کے ھندو غاصب حکمران گنش سے جہاد کرے اور مسلمانوں کی از دست رفتہ سلطنت انھیں واپس دلائے ، مگر اس جنگ و جہاد کی نوبت نہ آئی اور ۸۲۱ھ کو بنگال مین مسلمان دوبارہ برسراقتدار آ گئے تھے۔ سید اشرف جہانگیر کی دعوت جہاد میں اس قسم کے اشعار فارسی زبان میں بھی تھے

چو دار دین و اسلام این چنین شد
چرا به بنشسته ای برتخت مسرور
تو خود صاحب قرآن وحاجب هند
پسندی این جفا وجور موفور
که این بنگاله سوزد ز آتش کفر
تو آبِ تیغ داری از میان دور
عجب دارم ز دین آن موالی
که می دارند ترا زین کار مقصور
بیک ساعت نشین برتخت شاهی
بیا از تیغ کن این کفر مقهور

حضرت سید محمد حسینی ملقب به بنده نواز وگیسو دراز نے بھی حضرت اشرف جہانگیر کی مانند طویل عمر پائی، وہ اسی برس کی عمر تک دھلی اور اس کے نواح میں مشغول ارشاد رہے اور آخری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمر میں دکن میں بہمنی سلاطین کے دارالحکومت گلبرگہ میں تشریف فرما ہوئے ۔ آپکے ملفوظات ,,جوامع الکلم،، اس امر کی حاکی ہیں کہ وہ بڑی حکمت اور بصیرت کے ساتھ غیر مسلم کو دعوت دین دیتے رہے اور اس راہ میں انھیں غیر معمولی کامیابی نصیب ہوتی رہی ۔

صوفیاء کرام کا فیض عام برصغیر میں دین اسلام کی آمد سے تا ایں دم جاری و ساری رہا ہے ۔ اس وسیع سرزمین کے چپے چپے اور گوشے گوشے میں معلوم و نامعلوم اور شناختہ اور نشناختہ صوفیائی خدمات کے نقوش مرتسم ہیں اور ان کی خدمات کے بارے میں سینہ بہ سینہ روایات کسی قدر مبالغہ آمیز بھی ہوں تاہم کلیۃً حقیقت سے معرانہ ہونگی ۔ آٹھویں صدی ہجری تک دین اسلام برصغیر کے تقریباً ہر گوشے میں پہنچ چکا تھا، مگر بعد کی قرون میں اس دین میں بعض بدعات داخل کی گئیں ۔ متأخر صوفیاء کی اکثریت بدعات کے فتن کو ختم کرنے میں مصروف رہی ہے ۔ اس سلسلے میں دسویں گیارھویں صدی ہجری کے دو نامور صوفیاء کی زندگی اور کارناموں کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہوگا، یہ حضرات خواجہ باقی باللہ نقشبندی (م ۱۰۱۲ھ) اور امام ربانی شیخ احمد سرھندی ملقب بہ مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) تھے ۔

خواجہ باقی باللہ کابل کے رہنے والے تھے اور برصغیر میں وارد ہوئے ۔ وہ پہلے لاهور میں رہے اور بعد میں دھلی کو اپنا مستقر بنایا ۔ وہ پابندی شرع اور ترک بدعات کا کامیاب درس دیتے رہے ۔ اور ان کے خلفاء مریدین میں ایک حضرت مجدد الف ثانی بھی تھے ۔ مجدد صاحب مخدوم کی خدمات معلوم خاص و عام ہیں ۔ انھوں نے اکبر و جہانگیر کے عہد کے تجدد نما الحادی فتنوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور قید و بند کی صعوبتوں سے بھی دوچار ہوئے ۔ وہ تمام شئون دین پر گہری نظر رکھتے تھے ۔ ان کے مکتوبات ان کی دلنشین تعلیمات کے حاکی و حامل ہیں ۔ وہ مصلح تھے اور مفکر بھی ۔ چنانچہ تصوف کے معروف نظریہ ,,وحدت وجود،، یا ہمہ اوست ،، کے مقابلے میں ان کا تصور،، وحــدت شہود،، یا ہمہ از وست،، اب عالمگیر ہو چکا ہے ۔ اس تصور کے ابتدائی خدوخال بعض متقدم صوفیاء جیسے شیخ علاء الدولہ بیابانکی سمنانی (م ۷۳٦ھـ) کے ہاں بھی موجود رہے، مگر حق انصاف یہ ہے کہ جناب مجدد نے اسے شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا اور جملہ گنجلکیں دور فرما دیں ۔ اسی تصور سے ان کا نظریہ ,,عبدیت،، یا ,,بندگی،، بھی منشعب ہوا، جس کی توصیفات میں اقبال اس لیئے رطب اللسان رہے کہ وہ ان کے فلسفہ ,,خودی،، کا موید موثق تھا ۔ یہ عاشقی آموز بندگی ہے اور

مقام بندگی دیگر، مقام عاشقی دیگر

زنوری سجدہ می خواہی، زخاکی بیش ازان خواہی (زبور عجم)

صوفیائے کرام کی صلح آمیز اور اخوت آموز تعلیمات کی ایک جھلک دیکھنے کی خاطر راقم الحروف، حضرت میر سید ہمدانی، شاہ ہمدان کے فارسی (۱۹) رسالہ فتوتیہ کے اپنے اردو ترجمے کا ایــک اقتباس نقل کر رہا ہے ۔ موصوف یہاں اخی (میرا بھائی) یافتی کے اوصاف بتا رہے ہیں جو عمل تصوف کے رنگ میں رنگا ہوا ہو : ۔

,,.... اخی وہ ہے جو مکارم اخلاق کا اسطرح حامل ہو کہ اس کے خصائل پسندیدہ ہوں، بوڑھوں کا احترام کرے، جوانوں کو نصیحت کرتا رہے، بچوں پر شفقت اور کمزوروں پر رحم کرے، دوستوں کے ساتھ بذل وسخاوت برتے، علماء دیــن کا وقار ملحوظ رکھے، ظالموں سے عداوت برتے، فاسق وفاجر لوگوں کو کھری کھری سنائے، مخلوق خدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر احسان و مروت کی بارش جاری رکھے اور اپنی اسی توفیق پر خدا کے آگے انکساری و عاجزی دکھائے، وہ دوسروں سے صلح رکھے مگر اپنے نفس نیز ہویٰ و ہوس اور شیطان کے خلاف جنگ کرے، دشمنوں کے مقابلے میں بردبار ، مصائب و آلام میں صابر، رحمت خداوندی کا امیدوار اور ہر حال میں شاکر ہو، وہ اپنے عیوب پر نظر رکھے مگر دوسروں کے عیوب بیان کرنے سے بےرغبت رہے، دوسروں کے غم سے اسے بھی غم ہو اور ان کی خوشی سے خوشی ، ازلی مقدرات پر راضی ہو، بدعات سے محترز اور شرع کا عامل ہو، راہ طریقت پر اس کے قدم غیر متزلزل ہوں، بدنامی کے کاموں سے دور بھاگے، عذاب الٰہی سے خائف ہو، نجات اخروی کی آرزو رکھے، غافلوں سے مجتنب ہو، مگر ان کا ناصح بھی ہو، احباب سے شفقت کا برتاؤ کرے اور دوسروں کی دل آزاری نہ کرے، وہ اپنے جملہ اعمال پر نظر رکھے اور قیامت کی ہولناکیوں سے ترسان اور اعوذ خواں ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ دینی تعلیمات پر متمسک ہو، دوسروں کے فائدے کے کام کرتا رہے اور دنیا اور آخرت کی زندگیوں میں سرخروئی کا طالب صادق ہو ....» (۲۰)

حواشی اور منابع

۱ ۔ شہپر جبریل، (اردو ترجمہ Gabriel's Wings از ڈاکٹر محمد ریاض) گلوب پبلشر اردو بازار لاہور ۱۹۸۵ء ص ۱۳ تا ۱۵ ۔

۲ ۔ اصل غلط العام سنجر (س ن ج ر) ہے۔

۳ ۔ کشف المحجوب (مخطوطہ محمد شفیع) مرتبہ احمد ربانی، لاہور (۱۹۶۷ء) دیکھیں مقدمہ ۔

۴ ۔ محمد عبدالمجید یزدانی، گنج بخش بحیثیت عالم، لاہور (۱۹۶۸) ۔

۵ ۔ قرآن مجید ۱۰۳ ۔ ۳

۶ ۔ ایضاً ۲۵۶ ۔ ۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷ ـ ڈاکٹر عبدالحق کی کتاب .. اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ، (حیدر آباد دکن) کراچی) ملاحظہ ہو ـ

۸ ـ سوانح خواجہ معین الدین چشتی، مرتبہ وحید احمد مسعود (کراچی ۱۹۶۱ء) ـ

۹ ـ احوال و آثار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی مع خلاصة العارفین مرتبہ خانم دکتر شمیم محمود زیدی اسلام آباد (مرکز تحقیقات فارسی) ـ

۱۰ ـ من جانب اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ، جنوری ۱۹۷۸ء ـ

۱۱ ـ شوکت علی فہمی، ہند اور پاکستان کے اولیاء، دھلی ۱۹۵۱ء صفحہ ۸۰ ـ

۱۲ ـ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، آب کوثر، فیروز سنز ۱۹۶۶ء (طبع ششم) لاہور، صفحہ ۲۵۸ـ

۱۳ ـ ڈھاکہ کے قریب پنڈہ نامی گاؤں میں رہتے تھے ـ

۱۴ ـ مخدوم جہانیان جہان گشت از محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۳ء ـ

۱۵ ـ ماھنامہ الولی حیدر آباد اکتوبر ۱۹۷۷ء مقالہ از راقم ـ

۱۶ ـ انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار کراچی لاہور ، گفتار اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل لاہور، اور جاوید نامہ اقبال ـ

۱۷ ـ بلبل شاہ نوشتہ مفتی شاہ سعادت ، سرینگر ۱۳۶۳ھ ـ

۱۸ ـ Kashir دو جلد از ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی لاہور ، ۱۹۴۸ء ـ حضرت میر سید علی ہمدانی ، شاہ ہمدان از راقم سطور لاہور ۱۹۷۵ء ـ

۱۹ ـ اشعار و احوال وخدمات میر سید علی ہمدانی از ڈاکٹر محمد ریاض (صفحات ۶۰۰) اسلام آباد ـ (مرکز تحقیقات) ۱۹۸۵ء ـ

۲۰ ـ شائع شدہ ماھنامہ فکرونظر ، اسلام آباد ، مارچ ۱۹۷۱ء صفحہ ۶۹۳ ـ

★

© rasailojaraid.com